عابدہ ہما
سید طارق حسین رضوی

مکاتیب: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں بنام ڈاکٹر وحید قریشی

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (۱۹۱۲ء۔۲۰۰۵ء) سابق صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔آپ نے پاکستان میں ''فنِ تحقیق'' پر اردو میں سب سے پہلے مقالہ تحریر کیا۔جو ''توسیعی لیکچر'' کے طور پر سندھ یونیورسٹی جام شورو میں ۱۴؍اکتوبر ۱۹۶۵ء کو پیش کیا گیا اور اس سے بھی پہلے ''کُل پاکستان اردو تدریس کانفرنس'' منعقدہ لاہور دسمبر ۱۹۶۱ء میں اجمالاً پیش کیا گیا تھا(تنقید و تحقیق از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، مرتب ڈاکٹر اسلم فرخی ،شہزاد، کراچی ۲۰۰۱ء،ص ۲۲۴۔) یہ مقالہ ''شعبۂ اردو کے ادبی مجلے ''صریر خامہ'' اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے منتخب مقالات کے مجموعے ''منتخبات'' میں بھی شامل ہے۔اس کے علاوہ بھی یہ متعدد جگہوں پر شائع ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اردو، فارسی ،عربی ادب کے علاوہ دینی ، اصلاحی اور اخلاقی ادب پر بھی بہ کثرت مضامین ومقالات تحریر کیے اور اردو تحقیق کے فروغ میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔آپ نے شعبۂ اردو، شعبۂ ثقافتِ اسلامی اور شعبۂ تاریخِ اسلام میں ۵۰ سے زیادہ (پی ایچ ڈی اور ایم فل) تحقیقی مقالات کی نگرانی کی اور اس سے کہیں زیادہ مقالات کے ممتحن رہے۔اس کے علاوہ ایم۔اے کی سطح پر لکھے جانے والے ۵۰۰ سے زائد مقالات کے نگراں بھی رہے۔سندھ یونیورسٹی جام شورو میں آپ کی زیرِ نگرانی پہلا تحقیقی مقالہ(پی ایچ ڈی ۱۹۶۲ء) ڈاکٹر کریم الدین احمد نے لکھا جب کہ آخری مقالہ(پی ایچ ڈی ۲۰۰۲ء) میں ڈاکٹر سید جاوید اقبال نے تحریر کیا۔حسنِ اتفاق دیکھیے کہ ڈاکٹر کریم الدین احمد نے ''امیر مینائی کے تلامذہ'' پر مقالہ لکھا جب کہ ڈاکٹر سید جاوید اقبال نے امیر مینائی کے مکتوبات پر مقالہ تحریر کیا۔گویا ڈاکٹر صاحب کی زیرِ نگرانی پہلا اور آخری مقالہ دونوں ہی کا موضوع امیر مینائی ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے ہزاروں کی تعداد میں خطوط بھی تحریر کیے۔جو مختلف تحقیقی مجلّات میں شائع ہو چکے ہیں اور آپ کے خطوط پر مشتمل کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں اور ہزاروں خطوط ایسے بھی ہیں جو محفوظ ہیں اور جن کے منظرِ عام پر آنے کے امکانات ذرا کم ہیں۔

اس مقالے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے جو خطوط شائع کیے جا رہے ہیں یہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی '' لاہور میں گوشۂ محمد طفیل'' سے حاصل کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی مکتوب نگاری کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انھوں نے خاص وعام کو خطوط لکھے۔زیادہ تر خطوط مختصر ہیں۔زیرِ نظر مقالے میں جو خطوط پیش کیے جا رہے ہیں وہ ۱۶ ہیں اور مخاطب ڈاکٹر وحید قریشی ہیں جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے دوست اور ''استاد بھائی'' تھے۔''استاد بھائی'' کی یہ اصطلاح ڈاکٹر وحید قریشی کی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر سید جاوید اقبال بتاتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی سے لاہور میں ملاقات ہوئی۔ دیگر باتوں کے ساتھ انھوں نے نہایت فخریہ انداز میں بتایا کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں میرے استاد بھائی ہیں وہ مجھ سے سینئر تھے اور میں جونیئر ہم دونوں مولوی محمد شفیع کے شاگرد ہیں۔ انھوں نے سندھ میں رہتے ہوئے اردو میں سب سے زیادہ تحقیقی کام کروائے۔ آپ میرے استاد بھائی کے شاگرد ہیں۔ میں آپ کا مقالہ شائع کروں گا اس پر میرا حق سب سے زیادہ ہے۔''

ڈاکٹر سید جاوید اقبال کہتے ہیں کہ جس طرح مجھ سے ڈاکٹر وحید قریشی نے محبت، شفقت اور خلوص کا اظہار کیا میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا وہ میری دعاؤں میں ہمیشہ شامل رہے اور رہیں گے اور میرے پی ایچ ڈی مقالے پر جس طرح انھوں نے حق ثابت کیا وہ ان کی دوستوں سے محبت اور دوستوں کی اولادوں سے محبت کا بہت نادر پیرایہ ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے یہ مختصر خطوط مدعا نگاری کی بہترین مثال ہیں ساتھ ہی ان خطوط سے سندھ یونیورسٹی میں ہونے والے تحقیقی کاموں اور تحقیقی سرگرمیوں کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ یہ خطوط اردو تحقیق کے فروغ میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی شبانہ روز خدمات کی ایک جھلک بھی دکھاتے ہیں۔ ان خطوط کی ورق گردانی سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے تحقیقی معاونین میں ڈاکٹر وحید قریشی، پروفیسر افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر وقار عظیم، پروفیسر طاہر فاروقی، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی شامل تھے۔

پاکستان میں ہونے والے تحقیقی کاموں پر بھی یہ خطوط ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہ ظاہر یہ سادہ و مختصر سے خطوط ہیں لیکن ادبی اعتبار سے ان کا قد بہت بلند ہے۔ اور بعض قیمتی معلومات کے حوالے سے نہایت اہم بھی۔

ڈاکٹر وحید قریشی ۱۴ر فروری ۱۹۲۵ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز ۱۹۳۰ء میں کیا۔ ۱۹۴۰ء میں اسلامیہ ہائی اسکول بھاٹی گیٹ لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۶ء میں بی۔ اے، ۱۹۴۶ء میں ایم۔ اے فارسی، ۱۹۵۰ء میں ایم۔ اے تاریخ، ۱۹۵۲ء میں الفریڈ پٹیالہ ریسرچ اسکالرشپ پر فارسی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ سی۔ ایس۔ ایس کا امتحان دیا تو آٹھویں نمبر پر آئے اور پوسٹل سروس کے لیے منتخب ہوئے لیکن انھوں نے ۱۹۵۱ء میں اسلامیہ کالج گوجرانوالہ میں لیکچرر کی ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک اسلامیہ کالج لاہور میں شعبۂ تاریخ اور شعبۂ فارسی میں خدمات انجام دینے کے بعد دسمبر ۱۹۶۲ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اردو کے لیکچرر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں وفاقی حکومت نے مقتدرہ قومی زبان کے لیے ان کی خدمات مستعار لیں اس کے علاوہ بھی آپ ملک کے نامی گرامی ادبی و تحقیقی اداروں سے وابستہ رہے۔ (ماہ نامہ ''الحمرا'' لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۴۔۱۲۵) آپ کی پہلی تنقیدی کتاب ۱۹۵۰ء میں ''شبلی کی حیاتِ معاشقہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔ ۱۹۵۹ء میں ''میر حسن اور ان کا زمانہ'' تحریر کی۔ اس کے علاوہ کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۶۵ء، جدیدیت کی تلاش ۱۹۹۰ء، اقبال اور پاکستانی قومیت (ڈاکٹر گوہر نوشاہی: ''پاکستانی ادب کے معمار ڈاکٹر وحید قریشی شخصیت و فن'' اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۶ء ص ۴۳۔۵۱)۔ حکومت پاکستان نے آپ کی علمی و ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے تمغۂ حسنِ کارکردگی (۱۹۹۳ء) سے نوازا اس کے علاوہ آپ کو ۱۹۸۶ء میں نقوش ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ ۱۷ر اکتوبر ۲۰۰۹ء کو آپ کا انتقال لاہور میں ہوا۔

اب ذیل میں خطوط پیش کیے جاتے ہیں۔ ان خطوط کا املا تبدیل نہیں کیا گیا ہے۔

(۱)

۳۱/ اگست ۱۹۶۰ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں ''پنجاب یونیورسٹی'' سے حفیظ الرحمٰن خان صاحب کا مقالہ ''مصحفی کی فارسی شاعری'' موصول ہوا۔ شکر ہے کہ اسی طرح آپ سے ''نصف ملاقات'' کا شرف حاصل ہوا۔

جو کام آپ کی نگرانی میں ہو اُس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ:۔

گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

بہر حال زبانی امتحان کے لیے جو تاریخ آپ چاہیں مقرر فرمادیں۔ میں انشاء اللہ حاضر ہوجاؤں گا۔ اگر ۱۱،۱۲، ستمبر ہو تو بہتر ہے۔ ورنہ اس سے قبل بھی حاضر ہوسکتا ہوں۔ ضروری عرض ازراہِ کرم ڈاکٹر محمد باقر صاحب سے آپ ہی اس تاریخ کے متعلق مشورہ فرمالیں۔

کل یونی ورسٹی سے تار بھی آیا ہے کہ مقالہ جلد دیکھ لیں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ زبانی امتحان کے متعلق جلد مشورہ فرما کر مجھے مطلع فرمائیں۔ کرم ہوگا۔ فقط

والسلام

ناچیز دستخط

(۲)

۱۹/ ستمبر ۱۹۶۰ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب زید لطفکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۹، ستمبر ملا تھا۔ آپ نے جس محبت اور اخلاص سے اس عاجز کو یاد فرمایا ہے اُس کا میں بہت ممنون ہوں۔ جزاکم اللہ۔ انشاء اللہ حاضر خدمت ہوکر شرفِ نیاز حاصل کروں گا۔

میرے ایک نہایت مخلص بھائی (جن کو دوست لکھنا بھی اپنے اخلاص کی توہین سمجھتا ہوں) چودھری عبدالحمید صاحب (جالندھری) ہیں۔ وہ مکتبہٗ کارواں (کچہری روڈ۔ لاہور) کے مالک ہیں۔ آپ ضرور واقف ہوں گے۔ وہ کابل کے ''دارالمعلمین'' میں قریب ۶ سال پروفیسر رہ چکے ہیں، اُن کے یہاں قیام نہ کروں گا تو وہ ناراض ہوں گے۔ آپ مناسب سمجھیں تو اُن سے طے فرمالیں۔

اب عرض یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد باقر صاحب کا کوئی جواب نہیں آیا۔ آپ کے دوسرے گرامی نامے کا بھی انتظار تھا کہ شاید آپ نے کوئی تاریخ مقرر فرمائی ہوگی۔ اگر میرے آنے کی ضرورت نہ ہو اور بغیر آئے ہوئے کام چل سکتا ہو تو پھر کبھی حاضر ہوجاؤں گا۔ بہر حال وہ مقالہ میں نے ایک صاحب کے ہاتھ بھائی عبدالحمید صاحب (مکتبہٗ کارواں) کو بھیج دیا ہے۔ اور اُن سے عرض کیا ہے کہ وہ آپ تک یا ڈاکٹر محمد باقر صاحب تک اُسے پہنچادیں۔ پھر جس طرح مناسب ہو آپ طے فرمالیں۔ ازراہِ کرم بھائی عبدالحمید صاحب سے آپ منگوالیں۔ نمبروں کا فیصلہ آپ کے مشورے کے مطابق ہوجائے گا۔ انشاء اللہ۔

امید ہے کہ جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

پروفیسر افتخار احمد صدیقی صاحب[۲] میرے دیرینہ کرم فرما ہیں۔ اُن کو اور جناب پروفیسر ابوالخیر عبداللہ صاحب کو مؤدبانہ سلام مسنون قبول ہو۔ فقط

والسلام

احقر دستخط

(۳)

۸/ اگست ۱۹۶۲ء

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

گرامی نامہ آج ملا۔ بہت ممنون ہوں۔ محترم ڈاکٹر سیّد عبداللہ صاحب[۱] کی خدمت میں خط لکھا تھا۔ جواب میں فرمایا ہے کہ ۱۵، اگست کے بعد کسی تاریخ میں زبانی امتحان (آپ کے مشورے سے) مقرر کر لیں گے۔ بہر حال جب وہ ایبٹ آباد سے تشریف لائیں اور آپ کو سہولت ہو تو تاریخ مقرر فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد متین صدیقی صاحب[۲] (کرشن نگر۔ لاہور) نے پھر قیام کے لیے تقاضا کیا ہے۔ انشاء اللہ حاضر ہو کر آپ سے بھی مستفیض ہوں گا۔ قیام کے لیے ان کا اصرار ہے لیکن آپ کی اجازت مطلوب ہے۔ بہت ممنون ہوں۔ فقط

والسلام

احقر دستخط

تینوں مقالے ماشاء اللہ[۳] بہت اچھے ہیں۔ آپ کی نگرانی میں جو کام ہوگا انشاء اللہ بہت اچھا ہوگا۔

(۴)

۲۸/ دسمبر ۱۹۶۲ء

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

''آج کل'' (دہلی) کا مطلوبہ پرچہ محترم وقار عظیم صاحب[۱] کے ذریعے کل موصول ہوا۔ بہت ممنون ہوں۔ آج واپس ارسالِ خدمت ہے۔ آپ کی محبت اور اخلاص سے بہت متاثر ہوں۔ جزاکم اللہ۔

امید ہے کہ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محترم وقار صاحب کل کراچی تشریف لے گئے ہیں۔

سب عزیزوں کو مؤدبانہ سلام مسنون قبول ہو۔ فقط

والسلام

احقر دستخط

(۵)

۲۹/اگست ۱۹۶۳ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں ڈھاکا گیا ہوا تھا، آج واپس آیا تو آپ کا تار دیکھا۔ تار کے الفاظ یہ ہیں:۔

Award List and Question Paper B.A Hons Part Second awaited, Scripts Received.

عرض ہے کہ کاپیوں کے ساتھ ہی Award List ملفوف تھی۔ آپ کا گرامی نامہ بھی آیا تھا کہ یہ کاپیاں وغیرہ مل گئی تھیں اور میں نے نتیجہ بھیج دیا ہے۔ شاید آپ نے کاپیوں میں وہ Award List ملاحظہ نہیں فرمائی۔ میں نے اس کے ساتھ آپ کی خدمت میں عریضہ بھی لکھا تھا اور اوپر کی پہلی کاپی کے ساتھ (اوپر ہی) منسلک تھا۔

Question Paper سے مراد شاید Supplimentary Exam کے پرچے سے مراد ہوگی۔ تو وہ میں سالانہ پرچے کے ساتھ ہی دوسرے لفافے میں براہِ راست رجسٹرار صاحب کو بھیج چکا تھا۔ دریافت فرما کر ممنون فرمائیں۔

دو طالبات کی ایم اے تھیسس کے متعلق بھی آپ کو خط لکھا تھا کہ مجھے ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب سے اس کے زبانی امتحان کی تاریخ مقرر کرا کر مجھے مطلع فرمائیں۔

فقط والسلام

احقر۔ دستخط

(۶)

۱۶/فروری ۱۹۷۱ء

عزیز مکرم ومحترم دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

پی ایچ ڈی کا مقالہ آپ کی خدمت میں پہنچ چکا ہے۔ زبانی امتحان کے متعلق محترم پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب نے آپ سے بات کی ہے اور ۲۵، فروری مقرر فرمائی ہے۔ چناں چہ ۲۵، فروری کی صبح ۱۰ بجے غریب خانے پر زبانی امتحان ہوگا۔ آپ کو جب سہولت ہو تشریف لے آئیں۔ غریب خانہ حاضر ہے۔ محترم فاروقی صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں۔

آپ کے یہاں سے ایم۔ اے کا ایک مقالہ میرے پاس آیا ہے۔ میں حج کے لیے گیا ہوا تھا۔

فقط۔ والسلام

احقر۔ دستخط

جدید قاعدے کے مطابق اب زبانی امتحان کے بعد ہی رپورٹ لکھی جائے گی۔

(۷)

۲۵؍فروری ۱۹۷۱ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ اور تار ملا۔ بہت فکر ہے۔ اللہ پاک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں محترمہ کو جلد از جلد صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

یونی ورسٹی والوں نے فرمایا کہ دیر ہو رہی ہے اس لیے فی الحال محترم طاہر فاروقی صاحب (میرے علاوہ) کافی ہیں۔ چناں چہ آج زبانی امتحان لے لیا گیا۔ تاہم میں فارم بھیجتا ہوں تاکہ آپ پُر کرکے کنٹرولر کو بھیج دیں اور مقالے پر اپنی رائے بھی۔ اب تین ۳ ممتحوں میں سے صرف دو (۲) کی رائے کافی سمجھی جاتی ہے۔ آپ بھی چند کلماتِ خیر لکھ کر کنٹرولر کو بھیج دیں۔ کرم ہوگا۔

یہاں بہت سے حضرات آپ کے منتظر تھے۔ اب انشاء اللہ ایک مقالہ اور بھیج سکوں گا، پھر آپ سے نیاز حاصل ہو سکے گا۔

فقط۔ والسلام

احقر دستخط

محترم فاروقی صاحب کی طرف سے سلام مسنون قبول فرمائیں۔

(۸)

۱۸؍ستمبر ۱۹۷۱ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ اللہ پاک آپ کو صحت وعافیتِ کاملہ کے ساتھ رکھے اور سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔

آپ نے محترم ڈاکٹر شمس الدین صدیقی صاحب [1] کو لکھ دیا ہوگا۔ زبانی امتحان ۲، اکتوبر صبح ۱۰ بجے غریب خانے پر مناسب ہوگا۔ یہاں ایم اے کے امتحانات چل رہے ہیں۔ ۲۷، ستمبر سے زبانی امتحان ہے اور ۴، اکتوبر کو سکھر میں [2] ہے۔ آپ کو یہاں بہت لوگ یاد کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ملاقات ہو سکے گی۔

فقط۔ والسلام

احقر دستخط

(۹)

۲۵؍جون ۱۹۷۳ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

آپ نے کئی مرتبہ مضمون کے لیے لکھا۔ میں تعمیلِ ارشاد نہ کرسکا۔ قریب ۳ سال ہوئے کراچی کے ایک صاحب میرا

ایک مضمون ''اُردو میں احادیث کے محاورات''[1] لے گئے تھے۔ بار بار تقاضوں کے بعد اب معلوم ہوا کہ وہ انھوں نے کہیں ضائع کر دیا۔ اِسی مضمون کو میں نے ابھی دوبارہ لکھا ہے۔ اگر آپ کسی قریبی اشاعت میں اُسے نکال دیں تو ارسال خدمت کر دوں۔ ایک مرتبہ ضائع ہو چکا ہے اس لیے دل کو بڑی تشویش ہے۔ ایک اور گزارش ہے۔ وہ یہ کہ اورینٹل کالج کے صد سالہ جشن کے میگزین میں میرا ایک مضمون ''کلامِ بیدل کی تاریخی تعیین''[2] شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کے ایک دو نسخے اگر مہیا ہو سکیں تو مزید کرم ہوگا۔

عبادت صاحب کی خدمت میں سلام مسنون فقط۔ والسلام

احقر۔ دستخط

(۱۰)

۲۰ر جون ۱۹۷۵ء

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کل دن میں آپ کا تار ملا تھا کہ ہوائی جہاز سے تشریف لا رہے ہیں۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب[1] کو اطلاع ملی تو خود ہی فرمایا کہ میں ہوائی اڈے جاؤں گا اور اپنی گاڑی میں ڈاکٹر صاحب کو لے آؤں گا، نیز یہ کہ رات کا کھانا وہ میرے ساتھ کھائیں گے۔ چنانچہ آپ کے قیام کا انتظام میں نے کر لیا تھا۔ پھر ڈاکٹر بلوچ صاحب قریب ۹ بجے شب میں تشریف لائے اور بتایا کہ موسم کی خرابی کی وجہ سے لاہور سے ہوائی جہاز نہیں آیا۔ اب راولپنڈی سے کوئی جہاز ملتان ہوتا ہوا قریب شب ۱۰ بجے پہنچے گا۔ لیکن قریب پونے دس بجے آپ کا دوسرا تار ملا جس میں ہوائی جہاز کے نہ چلنے کا ذکر تھا۔ میں فوراً کنٹرولر صاحب کے پاس گیا اور وہاں سے ڈاکٹر ابو اللیث صاحب[2] کو فون کر دیا کہ وہ بھی اب تشریف نہ لائیں۔

کل صبح کو نجم الاسلام صاحب[3] سے آپ کی تشریف آوری کا ذکر کیا تھا کہ شاید ''تیز گام'' سے تشریف لائیں۔ چنانچہ وہ آج صبح کو ''تیز گام'' پر گئے لیکن ناکام واپس ہوئے۔

اب عرض ہے کہ (۲۵ جون سہ شنبہ) کو ۱۰ بجے زبانی امتحان کے لیے تشریف لائیں۔ اگر آپ ۲۴ جون کو لاہور سے ''تیز گام'' سے روانہ ہو جائیں تو بہتر ہے۔ وہ ۲۵ جون کی صبح کو ۷ بجے پہنچا دے گی۔ اگر دیر سے بھی آئی تو حرج نہیں۔ محترم ابو اللیث صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں۔ فقط۔ والسلام

احقر۔ دستخط

(۱۱)

۱۷ر جولائی ۱۹۷۵ء

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

رجسٹری سے گرامی نامہ اور چیک وصول ہوا۔ جزاکم اللہ۔۔۔

بہت ممنون ہوں۔لیکن افسوس ہے کہ آپ کی کوئی خدمت نہ ہوسکی۔امید ہے کہ آپ کوئی خیال نہ فرمائیں گے۔
میں نے یہاں دفتر سے معلوم کرایا تھا یعنی کلرک کو بھیج کر دریافت کرایا تھا، آپ کا چیک یہاں سے جاچکا ہے۔امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔مقالے اور زبانی امتحان کا معاوضہ ملنے میں کچھ دیر لگے گی۔آپ کا بہت ممنون ہوں۔

فقط۔والسلام

احقر۔دستخط

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

محتاج دعا

احقر۔دستخط

(۱۲)

۲؍اکتوبر ۱۹۷۵ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔بہت معذرت خواہ ہوں کہ جواب میں تاخیر ہوئی۔

آج کل یونیورسٹی میں تعطیل ہیں۔میں خود جام شورو نہ جاسکا، ہاشمی صاحب۱ کو بھیجا تھا کہ چیک ابھی تک کیوں نہیں پہنچا۔وہ خبر لائے کہ کلرک سے معلوم ہوا کہ روانہ ہوگیا۔امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔اگر کلرک کی بات صحیح نہ ہو تو مجھے مطلع فرمادیں۔ میں انشاءاللہ خود جاؤں گا۔

امید ہے کہ اب آپ کی طبیعت بہتر ہوگی۔فرمائیے کہ کس تاریخ کو آپ تشریف لاسکیں گے؟ آپ کے ساتھ آپ کے ہم نام ڈاکٹر وحید علی فاروقی صاحب۲ ہیں جو یہاں فلسفے کے صدر ہیں۔جواب کا انتظار ہے۔

فقط۔والسلام

احقر۔دستخط

(۱۳)

۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۵ء

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میرے دو (۲) خط ملے ہوں گے۔آپ کا گرامی نامہ کنٹرولر صاحب۱ کے نام آیا تھا۔وہ بیچارے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کب زبانی امتحان ہوگا؟ میں نے آپ کی سہولت دریافت کی تھی۔

اب فرمائیں کہ آپ دوشنبہ ۳ نومبر کی صبح تک تشریف لاسکیں گے؟ حسبِ معمول جواب کا انتظار رہے گا۔آپ دو لفظ کسی صاحب سے لکھوادیں تو کرم ہوگا۔امید ہے کہ طبیعت بہتر ہوگی۔

فقط۔والسلام

احقر۔دستخط

محترم طاہر فاروقی صاحب بھی دوسری تھیسس ۲ کے لیے انشاء اللہ اسی دن تشریف لائیں گے۔ آپ تشریف لا رہے ہوں تو میں عزیزی ڈاکٹر جمیل جالبی ۳ کو لکھ دوں کہ وہ کراچی سے آپ دونوں کو یہاں لے آئیں۔

(۱۴)

۲۹/ اکتوبر ۱۹۷۵ء

پوسٹ کارڈ

سندھ یونی ورسٹی، حیدر آباد

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

ابھی گرامی نامہ ملا کہ ۴، نومبر کو آپ باہر تشریف لے جا رہے ہیں۔ کل ہی میں نے آپ کو رجسٹری سے خط لکھا ہے کہ اتوار ۹، نومبر کی صبح کو آپ کرم فرمائیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کو بھی آپ کے متعلق لکھ رہا ہوں۔

اس دن ۳ طلبہ کے زبانی امتحان ہوں گے۔ محترم طاہر فاروقی صاحب وغیرہ بھی ہوں گے۔ جمیل جالبی صاحب آپ لوگوں کو یہاں لے آئیں گے۔ اگر اُن کو فرصت نہ ہوئی تو محترم طاہر صاحب آپ کے ساتھ آ جائیں گے۔ ان شاء اللہ

خدانخواستہ ہماری بدقسمتی سے آپ کسی وجہ سے ۹، نومبر کو تشریف نہ لا سکیں تو چند سطریں (رپورٹ) ضرور مجھے بھیج دیں۔ کرم ہوگا۔

فقط۔ والسلام

احقر۔ دستخط

(۱۵)

۱۱/ نومبر ۱۹۷۵ء

سندھ یونیورسٹی

حیدر آباد

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بہت ممنون ہوں کہ آپ نے رپورٹ (سربمہر) روانہ فرمائی۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ۴، نومبر کو پنڈی جانا ہے۔ ۹، نومبر تک آپ ہوائی جہاز سے تشریف لے آتے تو عین راحت ہوتی۔ محترم طاہر فاروقی صاحب وغیرہ تشریف لائے تھے۔

اللہ پاک آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔ اپنی طبیعت کا حال لکھیے گا۔ میرے بزرگوں کے اچھے اچھے نسخے میرے پاس موجود ہیں۔ میں انشاء اللہ آپ کی طبیعت کے مطابق کچھ عرض کر سکوں گا۔

فارم روانہ کرتا ہوں۔ اس پر دستخط فرما کر مجھے بھیج دیجیے۔ شکریہ

فقط۔ والسلام

احقر۔ دستخط

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب ۲۶۹ این، سمن آباد، لاہور۔ ۴۔

پوسٹ کارڈ ۱۳؍جون ۱۹۷۸

سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد

محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عزیزی حافظ یوسف صاحب کے ذریعے رقعۂ گرامی ملا۔ بہت ممنون ہوں۔ یہ آپ کی عین محبت ہے کہ اس عاجز کو یاد رکھتے ہیں۔ یقین مانیے کہ میں بھی خلوصِ دل سے آپ کو یاد کرتا رہتا ہوں۔ حضرت عثمان جالندھریؒ ا کے چہل مکتوبات کا اُردو ترجمہ، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور سے شائع ہوا تھا۔ وہ میرے پاس ہے۔ جزاکم اللہ۔ بہت بہت شکریہ۔

فقط والسلام

احقر دستخط

حواشی:

خط نمبر ۱

ا ڈاکٹر محمد باقر فیصل آباد کے قریب ایک بستی میں ۴؍اپریل ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حاکم دین تھا۔ آپ نے ۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول، گوجرانوالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، انٹر کالج گجرات سے ایف۔ ایس۔ سی میں کامیابی حاصل کی۔ اسی کالج بہاول پور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء میں اورینٹل کالج لاہور سے فارسی ادبیات میں ایم۔ اے کی ڈگری کے حق دار ہوئے۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد لندن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء لندن یونیورسٹی میں ایڈیشنل لیکچرر رہے، ۱۹۳۹ء میں پنجاب یونیورسٹی میں فارسی لیکچرر، ۱۹۴۰ء میں رائل انڈین ایئر فورس میں کمیشنڈ آفیسر مقرر ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حکومت پاکستان کے قائم کردہ قومی کمیشن برائے تاریخی وثقافتی تخلیق کے مشیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۷ء پنجاب ادبی اکیڈمی کے چیرمین ہونے کے علاوہ ملکی وغیر ملکی ادبی تنظیموں کے رکن رہے۔ آپ کی مطبوعات میں مدارالافاضل، احوال وآثار جویائے تبریزی، واقعاتِ درالی، تاریخ پنجاب، مخزن الغرائب وغیرہ شامل ہیں۔ (تفصیلی مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے:۔ ''مکاتیبِ مشاہیر بنام حق نواز خان''، مرتب: سید نصرت بخاری، جمالیات پبلی کیشنز، اٹک، ۲۰۱۲ء، ص ۹۰۔ اور ''شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا''، مرتب: مقصود ایاز، محمد ناصر، لاہور، ص ۶۲۰۔)

خط نمبر ۲

ا چودھری عبدالحمید: آپ کا ادبی نام حمید جالندھری ہے۔ والد کا نام مہر عبدالحبیب تھا۔ ۹؍اپریل ۱۹۱۰ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ شعر سے فطری لگاؤ کی وجہ سے آٹھویں جماعت سے شعر کہنا شروع کر دیے۔ اسلامیہ ہائی اسکول جالندھر سے میٹرک کی سند لینے کے بعد ۱۹۳۲ء میں اسلامیہ کالج کے ادبی مجلّے کریسنٹ کی ادارت بھی کرتے رہے۔ اسی زمانے میں آپ کی غزلیں مخزن نیرنگِ خیال وکارواں میں شائع ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ ۱۹۳۴ء میں

علی گڑھ، یونیورسٹی سے پہلے فلسفے میں ایم۔اے کیا۔ایک سال بعد اسی یونیورسٹی سے فارسی میں بھی ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد کابل چلے گئے۔جہاں فلسفے کے استاد کے طور پر ۱۹۴۵ء کے اواخر تک مقیم رہے۔آپ نے نظموں اور غزلوں پر مشتمل ''شام صحرا'' کے نام سے ایک ضخیم شعری مجموعہ چھوڑا ہے۔
طباعت واشاعت کو بطور پیشہ اختیار کیا اور لاہور میں ''مکتبۂ کارواں'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارے کی بنیاد رکھی آپ کا انتقال ۲۰۰۴ء میں ہوا۔(مکاتیب مشاہیر بنام حق نواز خان مرتب سید نصرت بخاری، ص ۸۴۔)ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، چودھری عبدالحمید سے اپنے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں: ''مجھے علامہ اقبال سے شغف ان ہی کی وجہ سے ہوا۔دینی معاملات میں مجھے ان سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ان کے بچے میرے بچے ہیں میں پاکستان بننے سے پہلے جالندھر ان سے ملنے جاتا تھا اور جب وہ کابل کے ''دارالمعلمین'' میں پروفیسر تھے تو وہاں سے محض میری ملاقات کے لیے امراوتی تشریف لاتے تھے جب کہ میں وہاں کنگ ایڈورڈ کالج میں استاد تھا'' (بھولی ہوئی کہانیاں از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، گابا سنز ایجوکیشنل، ۱۹۹۵ء، کراچی)

۲۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی: آپ یکم اپریل ۱۹۲۰ء بہ مقام سلطان پور، یو۔پی انڈیا میں پیدا ہوئے۔۱۹۴۱ء میں ایم۔اے فارسی الہ آباد یونیورسٹی سے، ۱۹۴۵ء میں ایم۔اے اردو آگرہ یونیورسٹی سے اور پی ایچ ڈی اردو پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۶۷ء میں کیا۔آپ نے درج ذیل عہدوں پر اپنے فرائض منصبی ادا کیے۔

صدر شعبۂ اُردو	چھتیں گڈھ کالج رائے پور انڈیا	۱۹۴۵ء۔۱۹۵۰ء
استاد شعبۂ اُردو	اسلامیہ کالج لاہور	۱۹۵۰ء۔۱۹۵۸ء
صدر شعبۂ اُردو	اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور	۱۹۵۸ء۔۱۹۶۳ء
اسسٹنٹ پروفیسر/ایسوسی ایٹ پروفیسر	اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور	۱۹۶۳ء۔۱۹۸۰ء
ایسوسی ایٹ پروفیسر/صدر شعبۂ اُردو	اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور	۱۹۸۰ء۔۱۹۸۱ء
پروفیسر شعبۂ اردو واقبالیات	اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور	۱۹۸۱ء۔۱۹۸۵ء
ڈین فیکلٹی آف آرٹس	اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور	۱۹۸۰ء۔۱۹۸۱ء
ڈین سائنس فیکلٹی	اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور	۱۹۸۱ء۔۱۹۸۳ء

آپ کی زیرِ نگرانی متعدد ایم۔فل و پی ایچ ڈی کے مقالات تحریر کیے گئے۔آپ کے مقالات ملک کے معروف علمی و ادبی مجلات میں شائع ہوئے آپ نامور اقبال شناس ہی نہیں بلکہ لائق ذکر نقاد بھی تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ان کی شخصیت ایک بالغ نظر محقق اور ایک زیرک نقاد میں ایسا نقطہ اتصال تھی جو معاصرِ اردو ادب میں تیزی سے معدوم ہوتا جا رہا ہے۔(مزید مطالعے کے لیے دیکھیے ''ارمغان افتخار احمد صدیقی'' مرتبین پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۰۷۔۳۰۹۔)

خط نمبر ۳

۱۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ: تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ۵/اپریل ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔

یونیورسٹی لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔۱۹۴۹ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں لیکچرر مقرر ہوئے۔۱۹۵۳ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں دوبارہ ملازمت اختیار کی۔۱۹۵۶ء میں پشاور یونیورسٹی میں ایم۔اے اردو کلاسز کے استاد رہے۔۱۹۶۲ء میں آپ صدر شعبۂ اردو ہوئے۔۱۹۶۶ء میں ساٹھ سال کو پہنچے مگر اس کے بعد بھی ایک ایک سال کی توسیع ملتی رہی۔اسی دوران انقرہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ پاکستان اسٹڈی کی حیثیت سے تقرری ہوئی اور وہاں جانے کے بعد پشاور یونیورسٹی کی ملازمت سے مئی ۱۹۶۸ء میں کامل سبک دوشی ہوئی۔(مزید مطالعے کے لیے دیکھیے''احوال وآثار''پروفیسر محمد طارق فاروقی از محمد شفیق شاہد، واسع میموریل اکیڈمی،۲۰۰۱ء، پشاور)

۲۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب، سندھ یونیورسٹی اولڈ کیمپس حیدرآباد میں رہائش پذیر تھے۔اکثر زبانی امتحان آپ کے گھر میں اس لیے منعقد کیے جاتے تھے کہ اس زمانے میں جام شورو آمدورفت کی معیاری سہولتیں میسر نہیں تھیں اور جو ممتحن دور سے آیا کرتے تھے انھیں اکثر دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

خط نمبر ۸

۱۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی: آپ نے ابتدائی تعلیم سے لے کر میٹرک تک کی تعلیم دارالعلوم ہائی اسکول حیدرآباد (دکن) سے حاصل کی اور ہر درجہ میں اوّل ودوم رہے۔انٹرمیڈیٹ کالج حیدرآباد(دکن) سے۱۹۴۲ء میں انٹر کا امتحان درجۂ دوم میں پاس کیا۔۱۹۴۴ء میں بی۔اے،۱۹۴۶ء میں ایم۔اے انگریزی،۱۹۴۹ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد پی ایچ ڈی ۱۹۶۸ء میں یونیورسٹی آف لندن سے کی۔۱۹۵۱ء اسلامیہ کالج لاہور میں آپ نے انگریزی اور اردو پڑھائی۔جون ۱۹۵۱ء میں امریکی محکمہ اطلاعات وتعلیم، لاہور میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام شروع کیا کام پسند نہ آیا تو نومبر۱۹۵۲ء میں اسلامیہ کالج پشاور چلے گئے اور لیکچرر انگریزی کی حیثیت سے کام کا آغاز کیا۔۱۹۵۸ء میں یونیورسٹی آف وسکانسن امریکہ سے برانٹ اسکالرشپ برائے ایم۔اے انگریزی حاصل کی۔۱۹۶۲ء میں شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی میں استاد کے فرائض انجام دیے۔ ۱۹۶۸ء میں صدر شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی اور ۱۹۷۶ء میں پروفیسر ہوئے۔۱۹۸۲ء میں کلیۃ السنہ شرقیہ کے تین سال کے لیے ڈین مقرر ہوئے اور اسی حیثیت سے جون ۱۹۸۵ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔آپ کے تحقیقی وتنقیدی مقالات ملک کے نام ور رسائل وجرائد میں شائع ہونے لگے۔(امتیاز بی بی: ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم۔اے اردو، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو ۱۹۸۵ء۔)

۲۔ اس زمانے میں'' اسلامیہ کالج''، سکھر میں غیر سرکاری طور پر ایم۔اے اردو کی کلاسیں ہوتی تھیں اور شاگرد مونوگراف بھی لکھتے تھے۔ڈاکٹر سردار احمد صاحب جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے شاگرد بھی تھے اور ''اسلامیہ کالج''میں صدر شعبہ اردو بھی۔اُردو کے طلباء کے پڑھاتے تھے اور مونوگراف کی نگرانی بھی کرتے تھے۔سکھر کے طلباء نے نہایت معیاری مقالات لکھے جس کی ایک بڑی تعداد سندھیالوجی سندھ یونیورسٹی جام شورو میں محفوظ ہے۔

خط نمبر ۹

۱۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تصنیف دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اوّل میں قرآنی محاورات اور حصہ دوم میں حدیث کے

محاورات ہیں۔ ان محاورات کو اردو میں استعمال کرنے کی روایت کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ قرآنی محاورات کی ذیل میں ڈاکٹر صاحب نے اسماء الحسنیٰ کی مناسبت سے صرف ۹۹ محاورات کا انتخاب کیا ہے اور پھر یہ دکھایا ہے کہ اردو ادب میں کس کس شاعر نے ان محاورات سے استفادہ کیا ہے اس طرح حدیث کے محاورات کے ضمن میں قرآنی سورتوں کی تعداد کی مناسبت سے ۱۱۴ محاورات کا انتخاب کیا ہے اور پھر ان سے اردو شعراء کے استفادے کی مثالیں دی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ کام اردو زبان کے متعلق تحقیق میں ایک منفرد کارنامے کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ (ڈاکٹر معین الدین عقیل: ''لسانی تحقیق اور روایت اور مسائل''، مضمون مشمولہ تحقیق ۱۴ شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو، ص ۴۴۔) اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون ماہ نامہ ''نقوش'' لاہور کے ''رسول نمبر ۴'' اور کتاب ''ہمارا علم و ادب'' حیدر آباد ۱۹۸۵ء میں بھی شامل ہے۔

۲۔ کلام بیدل کی تاریخی تعیین: ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون جشن نامہ (پنجاب یونیورسٹی سے اورینٹل کالج جشنِ صد سالہ تاسیس) دسمبر ۱۹۷۲ء، اس کے علاوہ یہ مضمون ''چند فارسی شعرا'' ۱۹۸۹ء، ص ۱۷۳ اور مجلّہ جریدہ، کراچی، نمبر ۳۰، ۲۰۰۴ء، ص ۵۲۹ بھی شائع ہوا، (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے: ڈاکٹر مسرور احمد زئی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حالات علمی و ادبی خدمات، حیدر آباد۔ ادارہ انوارِ ادب ۲۰۰۶ء۔ ص ۸۹۸)

خط نمبر ۱۰

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے محسن اور دوست ڈاکٹر نبی بخش بلوچ: اسکول کے رجسٹر میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۶ر دسمبر ۱۹۱۷ء لکھی ہے اور یہی تاریخ بعد میں مختلف سن میں درج کی گئی ہے لیکن بلوچ صاحب کے مطابق ان کی پیدائش ۱۹۱۹ء کے آخر میں ضلع سانگھڑ کی تحصیل سنجھورو کے ایک چھوٹے سے گاؤں جعفر خاں لغاری میں پیدا ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کی۔ بی۔اے (آنرز) کا امتحان بمبئی یونیورسٹی سے درجۂ اوّل سے پاس کیا۔ اس کے بعد آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی کا رخ کیا اور ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی کے امتحانات بھی فرسٹ کلاس سے پاس کیے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ گئے اور تعلیم و تدریس کے حوالے سے آپ کے تحقیقی کام پر کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک) نے ۱۹۴۹ء میں آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازا۔ وطن واپسی پر وزارت داخلہ انفارمیشن براڈ کاسٹنگ ڈویژن میں آپ ایک سال تک افسر کارِ خاص رہے پھر پاکستان پبلک سروس کمیشن سے منتخب ہونے کے بعد پاکستانی سفارت خانہ دمشق میں آپ نے تعلیم و تدریس اور تحقیق کے میدان کو ترجیح دی اور بالآخر سندھ یونیورسٹی سے وابستہ ہو گئے۔ اس یونیورسٹی میں آپ نے پہلے شعبہ تعلیم کی بنیاد رکھی اور پھر انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ کا آغاز کیا۔ آپ سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، وفاقی وزارتِ تعلیم اور وزارت ثقافت کے قائم مقام سیکریٹری اور ۱۹۹۳ء کو عبوری حکومت کے دوران صوبہ سندھ میں حکیم محمد سعید مرحوم کی کابینہ میں صوبائی وزیر بھی رہے۔ اسی طرح بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے قیام کے دوران بہ حیثیت بانی وائس چانسلر فرائض انجام دیے۔ ایک عالم آپ کی گراں قدر خدمات سے آگاہ ہے۔ آپ کی تصانیف میں: سندھی اردو لغت، اردو سندھی لغت، فتح نامہ سندھ (فارسی)، تاریخ طاہری (فارسی)، غرۃ الزیجات (تدوین، تحقیق و تحشیہ (عربی)، سندھی

موسیقی جی مختصر تاریخ ۱۹۷۸ء (سندھی)، سندھی بولی ءادب جی تاریخ (سندھی) ۱۹۹۹ء اور سندھ میں اردو شاعری (اردو) بہت معروف ہیں۔ (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے: ماہ نامہ ''اخبارِ اردو''، اسلام آباد، مئی ۲۰۱۱ء)

۲۔ ابواللیث صدیقی: آپ کا آبائی گاؤں بدایوں ہے لیکن آپ ۱۵/جون ۱۹۱۶ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وکٹوریہ ہائی اسکول آگرہ، مشن اسکول بدایوں اور اسلامک ہائی اسکول بدایوں میں ہوئی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جب آنرز کی کلاسیں شروع ہوئیں تو پہلے بیچ میں ابواللیث صدیقی نے بھی داخلہ لے لیا۔ اس طرح علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو میں سب سے پہلے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور ''لکھنؤ کا دبستان شاعری'' کے عنوان سے پہلا مقالہ لکھا۔ آپ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۸ء تک شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۶ء شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی کے استاد رہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۰ء تک کولمبیا یونیورسٹی میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۳ء تک ریسرچ اسکالر مشیر لسانی میوں بنک کاک ہوئے۔ آپ نے لسانیات کی تعلیم انگلستان سے حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں کراچی یونیورسٹی سے منسلک ہوئے اور ۱۹۷۹ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ کی خدمات کے صلہ میں آپ کو پروفیسر ایمریطس بنا دیا گیا۔ آپ کی چند مایہ ناز تصانیف یہ ہیں: آج کا اردو ادب، تاریخ زبان وادبِ اردو، روایت اور تجربے، غزل اور متغزلیں، مصحفی اور اس کا عہد، جرات اور اس کا عہد، نظیر اکبر آبادی اور اس کا عہد، اقبال اور تصوف، لکھنؤ کا دبستان شاعری، اردو کی ادبی تاریخ کا ایک خاکہ وغیرہم۔

آپ ساری عمر درس وتدریس اور اس شجر کی آب یاری میں گزار کر ۷/ستمبر ۱۹۹۶ء کو دارِفانی سے رخصت ہوئے۔ (''دبستانوں کا دبستان کراچی''، حصہ اوّل، مرتب: احمد حسین صدیقی، ۲۰۰۳ء)

۳۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کے مایہ ناز شاگرد، ڈاکٹر نجم الاسلام: آپ ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ سادات وشیوخ کے مشہور قصبے بجنور (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بجنور میں حاصل کی۔ بی۔ اے میرٹھ کالج سے کیا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۹ء تک اردو ماہ نامہ ''معیار'' میرٹھ سے وہ بہ حیثیت مدیر وابستہ رہے۔ نجم الاسلام مرحوم نے ایم۔ اے سندھ یونیورسٹی سے کیا اور وہیں ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کی زیرِ نگرانی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ''دبستانِ دہلی کی نثر'' کے عنوان سے ۱۹۶۹ء میں آپ نے مقالہ لکھا۔ آپ ۱۹۶۶ء میں غزالی کالج لطیف آباد میں لیکچرر رہے اور پھر پرنسپل۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے آپ کو سندھ یونیورسٹی جام شورو کے شعبۂ اردو میں بلا لیا۔ ۱۹۸۷ء میں رسالہ تحقیق کا پہلا شمارہ شائع کیا۔ ۱۹۹۳ء میں جب آپ ریٹائرڈ ہوئے تو یونیورسٹی کے اربابِ اختیار نے از خود یونیورسٹی سے ان کا تعلق برقرار رکھا اور اعزازیہ مقرر کر کے شعبہ اردو میں انھیں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت دی اور رسالہ تحقیق کا مدیر مقرر کیا۔ آپ کی شائع شدہ کتب میں دین وادب ۱۹۸۹ء، دو آہنگ ۱۹۹۰ء اور مطالعات ۱۹۹۰ء معروف ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اُردو میں پہلی مرتبہ رسمیاتِ تحقیق متعارف کرائی۔ اس کے علاوہ ملک کے نام ور تحقیقی مجلات میں آپ کے تحقیقی وتنقیدی مضامین شائع ہوئے۔

خط نمبر ۱۲

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کے قابلِ ذکر شاگرد، یحییٰ احمد ہاشمی: ہاشمی صاحب سندیلہ کے رہنے والے تھے۔ خاتون منزل

لکھنؤ میں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی وہیں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور کچھ دن بعد Accounts Department میں ملازم ہو گئے ۔ پاکستان بننے کے بعد محکمے کی منتقلی سے کراچی آ گئے ۔۱۹۵۰ء میں انھوں نے اردو کالج میں بی ۔اے میں داخلہ لیا۔۱۹۵۲ء میں بی۔اے اور ۱۹۵۴ء میں اردو میں ایم۔اے کیا۔دوسرے سال تاریخ اسلام میں بھی ایم۔اے کیا۔آپ نے حیدرآباد میں سردار بہادر کالج میں لیکچرر کے فرائض انجام دیے اور جب سندھ یونیورسٹی میں لیکچرر کی جگہ کا اعلان ہوا تو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے علامہ آئی۔آئی قاضی کی رضا مندی سے ہاشمی صاحب کا تقرر یونی ورسٹی میں بہ حیثیت لیکچرر کیا۔آپ نے ''شبلی کا ذہنی ارتقا'' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا۔آپ کی دیگر تصانیف میں چودھری وزیر حسن نشتر سندیلوی (۱۸۹۷ء۔۱۹۶۸ء) کا دیوان ''لمعاتِ نشتر'' جو انھوں نے مرتب کرکے (مع مقدمہ) ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔فسانۂ آزاد کا ایک انتخاب (حصّہ اوّل) مع مقدمہ۔۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔آپ اردو لغت (کراچی) بہ حیثیت ماہر نظر ثانی کا کام آخر وقت تک کرتے رہے۔(''شبلی کا ذہنی ارتقا'' از ڈاکٹر سیّد یحییٰ احمد ہاشمی، مجلس یادگارِ ہاشمی، کراچی، سن ندارد۔)

۲۔ ڈاکٹر وحید علی فاروقی سابق صدر شعبۂ فلسفہ، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔آپ کچھ عرصہ بلوچستان یونیوسٹی، کوئٹہ کے شعبۂ فلسفہ میں بھی صدر شعبہ رہے۔

خط نمبر ۱۳

۱۔ اس وقت سندھ یونیورسٹی کے کنٹرولر ڈر محمد ناریجو صاحب تھے جو ڈاکٹر صاحب کے پڑوسی بھی تھے۔

۲۔ ۱۹۷۵ء میں بالترتیب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے زیرِ نگرانی دو اسکالرز کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی۔''اردو افسانے کا نفسیاتی مطالعہ'' از ڈاکٹر غلام حسین اطہر اور ''اردو نثر پر تصوف کے اثرات'' از ڈاکٹر رفعت سلطانہ (شعبۂ اُردو سندھ، یونیورسٹی کے تحقیقی مقالات (اشاریہ) مرتب نثار احمد۔)

۳۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے نام ور شاگرد، ڈاکٹر جمیل جالبی: آپ ۱۲ جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔اصل نام محمد جمیل خاں ہے۔ابتدائی تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی۔۱۹۴۳ء میں رن پور کے ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔۱۹۴۵ء میں میرٹھ کالج سے ایف۔اے۔۱۹۴۷ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔قیام پاکستان کے بعد آپ پاکستان آ گئے اور کراچی کے ایس ایم کالج میں داخلہ لے لیا۔اسی دوران جالبی صاحب کو بہادر یار جنگ اسکول میں ہیڈ ماسٹر کے عہدے کی پیش کش ہوئی جو آپ نے قبول کر لی۔۱۹۴۹ء میں انھوں نے ایم۔اے (انگریزی) ۱۹۵۰ء میں ایم۔اے اردو ایل۔ایل۔بی، ۱۹۷۱ء میں پی ایچ ڈی اور اس کے بعد ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔یہ تمام اسناد آپ نے سندھ یونیورسٹی (کراچی/جام شورو) سے حاصل کیں۔اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں سی ایس ایس کا امتحان پاس کر کے انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ میں انکم ٹیکس افسر مقرر ہوئے اور ترقی کرتے کرتے انکم ٹیکس کمشنر کی حیثیت سے سبک دوش ہوئے۔یکم ستمبر ۱۹۸۳ء سے ۳۱ اگست ۱۹۸۷ء تک جامعہ کراچی میں وائس چانسلر رہے۔۷ ارنومبر ۱۹۸۷ء سے نومبر ۱۹۹۴ء تک مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین اور ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۸ء تک اردو ڈکشنری بورڈ کراچی کے اعزازی صدر بھی رہے۔آپ کی علمی وادبی وتحقیقی خدمات کے اعتراف میں محمد طفیل ادبی

ایوارڈ ۱۹۸۹ء، ستارۂ امتیاز حکومتِ پاکستان ۱۹۹۰ء، ہلال امتیاز حکومتِ پاکستان ۱۹۹۴ء کے علاوہ چار بار داؤد ادبی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے دنیائے علم و ادب کی مختلف اصناف میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انھوں نے تحقیق و تنقید کے ذخیرے میں بیش بہا اضافہ کیا۔ آپ کی اولین تحریر اسکندر یہ اور ڈاکو ہے جو ۱۹۴۱ء میں اسکول کے اسٹیج کے لیے پڑ لکھی تھی۔ آپ کی چند کتب درج ذیل ہیں تاریخ ادبِ اردو، جس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ قدیم اردو لغت، ادبی تحقیق، ارسطو سے ایلیٹ تک، برصغیر میں اسلامی کلچر، تنقید اور تجربہ، ن۔م راشد ایک مطالعہ (نازنین سلیم: ''ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے شاگردوں کی ادبی خدمات کا جائزہ'' مقالہ برائے ایم۔اے اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو ۹۷۔۱۹۹۸ء اور عبدالعزیز ساحر پاکستانی ادب کے معمار: جمیل جالبی شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء ص ۱۲۔)

خط نمبر ۱۶

لے شیخ محمد عثمان جالندھری کا رسالہ عشقیہ (مخطوطہ) پر ڈاکٹر صاحب کا ایک مضمون ماہ نامہ ''الولی حیدرآباد'' شمارہ نومبر ۱۹۶۶ء میں، ص ۲۳۲۔۲۳۹ شائع ہوا۔

فہرست اسنادِ محولہ:

۱۔ بخاری، نصرت، سید: ۲۰۰۲ء، (مرتب) ''مکاتیب مشاہیر بنام نواز خان اللہ''، جمالیات پبلی کیشنز، اٹک۔

۲۔ خاں، غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر: ۱۹۹۵ء، ''بھولی ہوئی کہانیاں''، گابا سنز ایجوکیشن، کراچی۔

۳۔ خاں، غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر: ۲۰۰۱ء، (مرتب) ڈاکٹر اسلم فرخی ''تنقید و تحقیق''، شہرزاد، کراچی۔

۴۔ ڈوگر، رفیق: ۱۹۹۲ء، ''ادبی ملاقاتیں''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۵۔ زئی، مسرور احمد، ڈاکٹر: ۲۰۰۲ء، ''ڈاکٹر مصطفیٰ خاں حالات، علمی و ادبی خدمات''، ادارہ انوار ادب، حیدرآباد۔

۵۔ ساحر، عبدالعزیز: ۲۰۰۷ء، ''جمیل جالبی شخصیت و فن''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد۔

۷۔ شفیق، شاہد، محمد: ۲۰۰۱ء، ''پروفیسر محمد طاہر فاروقی احوال و آثار''، واسع میموریل اکیڈمی، پشاور۔

۸۔ صدیقی، احمد حسین: ۲۰۰۳ء، ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، (حصہ اول)

۹۔ معین الرحمٰن، سید، ڈاکٹر: ''فورٹ ولیم کالج تحریک اور تاریخ''، الوقار پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۰۔ مقصود ایاز، محمد ناصر: مرتب، ۱۹۸۷ء، شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، شعاع ادب، لاہور۔

۱۱۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، ڈاکٹر عزیز ابن الحسن: ۲۰۰۹ء، ''ارمغانِ افتخار احمد صدیقی''، شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور۔

غیر مطبوعہ مقالات:

۱۔ امتیاز بی بی: ۱۹۹۸ء، ''ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی، مقالہ برائے ایم۔اے اردو، شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۲۔ سلطانہ جہاں: ۱۹۶۶ء، ''پاکستانی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کی اردو خدمات''، مقالہ برائے ایم۔اے اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۳۔ نازنین سلیم: ۱۹۹۷ء، ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نام ور شاگردوں کی ادبی خدمات''، مقالہ برائے ایم۔اے اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

رسائل:

۱۔ ماہ نامہ: ''اخبارِ اردو''، مئی ۲۰۱۱ء، اسلام آباد۔

۲۔ ماہ نامہ: ''اسلوب''، اکتوبر نومبر ۱۹۸۳ء، کراچی۔

۳۔ ماہ نامہ: ''الحمرہ''، اکتوبر ۲۰۱۲، لاہور۔

۴۔ سہ ماہی: ''انشاء''، جنوری تا مارچ ۲۰۰۲ء، ڈاکٹر نجم الاسلام نمبر، حیدر آباد۔

۵۔ شعبہ جاتی مجلّہ ''تحقیق''، شمارہ ۱۴، شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

ڈاکٹر محمد امتیاز

مکاتیب: ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی بنام ڈاکٹر وحید قریشی

ڈاکٹر طاہر فاروقی اور ڈاکٹر وحید قریشی اردو زبان وادب کے معروف نام ہیں۔ دنوں درس و تدریس، تحقیق، تنقید، اقبال شناسی اور کئی دیگر حوالوں سے مشترک صفات کے مالک تھے۔ دونوں کے درمیان گہرے مراسم تھے۔ ان کے درمیان طویل عرصہ (پچیس ۲۵) سال تک خط کتابت رہی۔ اگر چہ ان کے درمیان خطوط کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔ ان خطوں کی تعداد صرف سولہ (۱۶) ہے۔ جو غیر مطبوعہ ہیں۔ تاہم ان سولہ خطوں میں محض مزاج پُرسی اور نجی زندگی کے معاملات کی احوال آشنائی ہی نہیں بلکہ ان کے مزاج، علیمت، تحقیقی و تدوینی اور تصنیفی کام کی رفتار، اردو زبان کی خدمت، درس وتدریس، اقبال شناسی، اپنے وقت کے بعض اہم تاریخی حوالوں اور دیگر قومی و ملی خدمات کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی:

پروفیسر محمد طاہر فاروقی (۱۴/ ستمبر ۱۹۰۵ء، ۲۰/ ستمبر ۱۹۷۸ء) صوبہ یوپی (بھارت) کے شہر رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن صوبہ یوپی کے ضلع مراد آباد کا گاؤں بچھراؤں ہے۔ آپ کے والد مولوی محمد محسن فاروقی رام پور کتب خانہ میں ملازم تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء تک آپ والد کے ہمراہ شہر آگرہ میں رہائش پذیر رہے۔ بعد ازاں پشاور منتقل ہوئے اور پشاور کے ہو کے رہے۔ پشاور ہی طاہر فاروقی کا تادم وفات وطن و مسکن ٹھہرا۔

طاہر فاروقی ایک ذہین اور ہونہار طالب علم تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ مسلم سکول بچھراؤں سے پانچویں تک تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونی ورسٹی دہلی سنٹر سے ۱۹۲۱ء میں مولوی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۲ء میں آگرہ یونی ورسٹی سے بی اے اور ۱۹۳۴ء میں فارسی ایم اے کا امتحان پاس کیا۔

اگست ۱۹۳۴ء میں آگرہ کالج میں بحیثیت پروفیسر فارسی ملازمت اختیار کی اور صدرِ شعبۂ فارسی و اردو مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۴۸ء تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ مئی ۱۹۴۸ء میں ڈھاکہ یونی ورسٹی میں چلے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں اہلِ خانہ کو کراچی بھیجا۔ لیکن ان کا دل پشاور میں تھا۔ پشاور سے دلی وابستگی کی دو وجوہات تھیں۔ اوّل یہ کہ ان کے والد مولوی محمد محسن فاروقی (۱۹۱۳ء تا ۱۹۳۰ء) اسلامیہ کالج پشاور میں شعبہ عربی کے پروفیسر رہے تھے۔ دوّم بیگم محمد طاہر فاروقی کی بڑی بہن پشاور کی ممتاز علمی شخصیت مولانا عبدالمجید افغانی سے بیاہی گئی تھیں جو ایڈورڈ کالج پشاور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر تھے۔ نومبر ۱۹۴۸ء میں اورینٹل کالج لاہور میں ایم اے کلاس کو فی لیکچر کے حساب سے پڑھانے لگے۔ اس دوران سنڈیکیٹ نے دو آسامیاں منظور کیں۔ جن کے لیے ۱۱/ فروری ۱۹۴۹ء کو انٹرویو ہوا۔ اس انٹرویو میں پروفیسر طاہر فاروقی اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا انتخاب ہوا۔ لیکن اکتوبر ۱۹۴۹ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں لیکچرر بھرتی ہوئے۔ اسی دوران ڈھاکہ یونی ورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کی آسامی نکل آئی اور جون ۱۹۵۳ء تک ڈھاکہ یونی ورسٹی میں رہے۔ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں اسلامیہ کالج پشاور دوبارہ آ گئے۔

۱۹۵۶ء میں یونی ورسٹی آف پشاور میں ایم اے اردو کی کلاسیں شروع ہوئیں تو طاہر فاروقی اسلامیہ کالج کے ساتھ ساتھ یونی ورسٹی میں بھی پڑھانے لگے۔۱۹۶۲ء میں فاروقی شعبۂ اُردو کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں تا مئی ۱۹۶۸ء انقرہ یونیورسٹی، ترکی میں صدرِ شعبۂ اُردو پاکستان سٹڈیز کی حیثیت سے تقرری ہوئی۔

جہاں تک طاہر فاروقی کی سیرت و کردار کی بات ہے تو وہ ملنسار، بامروت و باحیا تھے۔ خوش طبع، خوش لباس، خوش اطوار، خوش کردار، خوش گفتار اور خوش طبع تھے۔ قدرت نے حسن و جمال کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا۔ چہرے پر صباحت، بشاشت اور ذہانت تھی۔ چہرے پر سفیدی اور سرخی چھلکتی تھی۔ قد درمیانہ، جسم نفیس، شخصیت باوقار، چال متین تھی۔ ہر لباس ان پر خوب سجتا تھا۔ انگریزی سوٹ میں تو پورے انگریز نظر آتے تھے۔ جناح کیپ اور شیروانی میں کچھ اور ہی روپ دکھاتے۔۲

پروفیسر ڈاکٹر طاہر فاروقی ایک اچھے محقق، مدبّر، ادیب، شاعر، نقاد، اور ماہر تعلیم تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی علم و ادب کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی۔ اقبالیات کے ماہر کی حیثیت سے ان کا اپنا ایک مقام تھا۔ ان کی مشہور تصنیف ''سیرتِ اقبال' علامہ اقبال کی سیرت و شخصیت پر اولین تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔ بقول ڈاکٹر ظہور احمد اعوان

> ''دکتور ادب پروفیسر طاہر فاروقی اردو ادب کے بہت بڑے سکالر اور ماہر تعلیم تھے۔ صوبہ سرحد میں اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ عربی و فارسی زبان و ادب کے بھی زبردست ماہر اور شناور تھے۔ اردو زبان میں فارسی زبان و ادب کی معتبر تاریخ مرتب کرنے پر ان کو ایرانی یونی ورسٹی نے دکتور ادب کی سند اعزاز سے نوازا تھا۔''۳

شعبۂ اُردو جامعہ پشاور سے تحقیقی مجلّہ ''خیابان'' کا اجراء کیا۔ خیابان نے کئی ایک خصوصی نمبر نکالے۔ جن میں ''اقبال نمبر'' اور ''پاکستانی ادب کا دور'' خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

طاہر فاروقی کو اقبال سے والہانہ عقیدت و شیفتگی تھی۔ وہ اقبال کے سچے مداح اور شیدائی تھے۔ ان کا شمار ممتاز اقبال شناسوں میں ہوتا ہے۔ اقبال پر سب سے پہلی کتاب (سیرتِ اقبال) بھی انھوں نے لکھی۔ سیرتِ اقبال کے طبع دوم کے تعارف میں وہ خود لکھتے ہیں:

> ''اب تک کوئی ایسی تصنیف شائع نہیں ہوئی جسے پڑھ کر علامہ کی تعلیمات کا خاکہ ذہن میں آجائے اور جو قارئین اقبال کی تصنیفات کے مطالعے کی جانب رہنمائی کر سکے۔ میں نے اس مقصد کو سامنے رکھ کر سیرتِ اقبال لکھی تھی۔''۴

تصانیف: نگارِ عجم (فارس) (۱۹۲۷ء)، بہارِ ادب (۱۹۲۶ء)، مخزن اردو (۱۹۳۰ء)، مولانا محمد علی جوہر کی سیرت و شاعری (۱۹۱۳ء)، سرکارِ دو عالم (۱۹۳۲ء)، کلید قواعد (گرائمر) (۱۹۳۵ء)، گنجینہ قواعد (گرائمر) (۱۹۳۵ء)، روح قواعد و انشاء (۱۹۳۶ء)، ادبیات ایران نو (۱۹۳۶ء)، چمنستان اردو (۱۹۳۷ء)، سیرتِ اقبال (۱۹۳۹ء)، مخزن اردو (۱۹۵۱ء)، بہار ادب (۱۹۵۴ء)، اقبال سے متعلق مقالات و منظومات (۱۹۴۴ء)، خط شکستہ (۱۹۴۱ء)، ایجادات سائنس، (۱۹۴۲ء)، اردو نثر کے نمونے (۱۹۴۴ء)، نگارستان اردو (۱۹۴۴ء)، فصاحت و بلاغت (۱۹۵۵ء)، نگارِ عجم (۱۹۵۵ء)، مختصر تاریخ ادب فارسی (۱۹۵۵ء)، چمنستان ادب (مجموعہ مقالات نثر) (۱۹۵۶ء)، مراثی میر انیس (۱۹۵۶ء)، پاکستان میں اردو خیابان